

[رات سرد تھی اور سیاہ بھی۔ ہر شے نے اندھیرے اور خاموشی کی ردا اوڑھ رکھی تھی۔ گھر کے سب افراد سو چکے تھے۔ سب لائٹس آف تھیں سوائے کچن کے۔ آج کوئی تیسرا چوتھا روز ہو چلا تھا کہ جب بھی وہ کام سے رات کو لوٹتا تو کچن کی جلتی لائٹ اس کی توجہ کھینچ لیتی۔ مگر وہ اکثر اس بات کو نظر انداز کر دیا کرتا تھا کہ امی یا بہنیں ہوں گی۔ کسی ضرورت کے لیے انکھ کھلی ہوگی تو کچن میں آگئی ہوں گی۔ وہ یہ سوچ رہے ہمیشہ اپنے قدم کمرے کی طرف بڑھا دیا کرتا تھا۔ مگر آج وہ ایسا نہ کر سکا۔ اسی پل ہلکا سا قہقہہ اس کی سماعتوں کے آر پار ہوا اور قدموں کو منجمد کر گیا اور پھر دھیان ہی نہیں بے اختیار قدم بھی اس جانب اٹھ گئے۔ جہاں سے قہقہے سنائی دے رہے تھے۔ خود کو اندھیرے میں چھپائے ہوئے اس نے کچن کی جالی والی کھڑکی کے اندر جھانکا اور پھر ساکت رہ گیا۔ یہ اس وقت یہاں؟ مگر کیوں؟ اور پھر حیرانی کو اندھیرے کی سیاہ چادر نے ڈھانپ لیا۔ 'n\، n☆☆☆n ناشتے کی میز پر عافیہ اور نانلہ کھسر پھسر میں مصروف تھیں اور سعدیہ بار بار بیٹیوں کو اس کھسر پھسر پہ جس میں ہلکی ہلکی کھکی کھکی کی آواز میں بھی بے قابو ہونے لگتی تھیں، ٹوک رہی تھیں۔ تم دونوں سے ناشتا بھی خاموشی سے نہیں ہوتا۔ اس ڈانٹ پہ تھوڑی دیر کے لیے کھکی کھکی کنٹرول میں کی جاتی اور پھر دومنٹ بعد دوبارہ بے قابو ہو جاتی۔ کیا کروں میں تم لڑکیوں کا ... باتیں ہیں کہ ختم ہونے کا نام نہیں لے رہیں۔ سعدیہ نے دونوں کو ڈپٹے ہوئے گھورا اور ساتھ ہی احد کو ناشتے کے لیے آواز لگائی۔ ا رہا ہوں امی۔ بیٹا، ناشتا تھندا ہو رہا ہے۔ کام پر نہیں جانا کیا آج؟ احد کے سامنے خستہ پرائیڈ اور آنٹوں کا املیٹ رکھتے ہوئے وہ کچھ الجھی سی بولیں۔ کیا ہوا امی؟ کچھ پریشان لگ رہی ہیں۔ احد ماں کے تاثرات نظر انداز نہ کر سکا تھا۔ بس ان لڑکیوں کی غیر ذمہ داری — ابھی وہ عافیہ اور نانلہ کو گھورتے ہوئے مزید کچھ کہتیں کہ دونوں نے بیک وقت ان کا فقرہ مکمل نہ کرنے دیا۔ نہیں بھائی قسم لے لیں۔ ہم نے رات کو کچن کی لائٹ نہیں جلائی۔ وہ دونوں کچھ دیر پہلے خوش گوار موڈ میں باتیں کر رہی تھیں۔ ماں کی شکایت اور وہ بھی کماؤ پوت کے سامنے تو اپنا دفاع کیس بنا دے رہے سکیں۔ امی تو ہر وقت ہمارے پیچھے ہی پڑی رہتی ہیں۔ ان دونوں کا موڈ اچھا خاصا خراب ہو گیا تھا۔ جس کا اظہار وہ خفا خفا چہروں سے کرنے لگی تھیں۔ چھوڑ میں امی، جب وہ کہہ رہی ہیں تو ... احد بھی بہنوں کی حمایت میں بول اٹھا تو سعدیہ نے بیٹے کو قدرے خفا نگاہوں سے دیکھا۔ ایسی نظروں سے جیسے کہہ رہی ہوں۔ بگاڑو جی بھر کے اپنی لاڈلیوں کو۔ احد گھر کا اکلوتا پیٹا تھا اور سب سے بڑا بھی۔ باپ کی بیماری کی وجہ سے گھر کی ساری ذمہ داری اس پہ آگئی جو ابھی خود زیر تعلیم تھا۔ خواہش تو اس کی بھی یہی تھی کہ اعلا تعلیم حاصل کرے گا۔ بہت سے خوب صورت خواب مستقبل کے بارے میں اس نے دیکھ رکھے تھے اور بہت سے پلان بنا رکھے تھے۔ مگر اچانک سب الٹ پلٹ ہو گیا۔ وہ چاہتا تو اس مشکل وقت میں خود غرض بن کر اپنے حوالے سے سوچ سکتا تھا۔ ماں بہنوں کو بوجھ سمجھ سکتا تھا۔ باپ کی بیماری سے اکٹا سکتا تھا۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ تعلیم کو خیر باد کہہ کر اس نے ایک ہوٹل میں جاب کر لی اور اپنے گھر کا قبیل بن گیا اور اپنی بہنوں کی خواہشوں اور مستقبل کا محافظ۔ گزارا کسی حد تک اچھے طریقے سے ہونے لگا مگر حالات کے ایک دم پلٹا کھانے نے سعدیہ کو بہت محتاط بنا دیا وہ جو کما کر لاتا سعدیہ اس کو سینٹ سینٹ کراس استعمال کرتیں اور دونوں بیٹیوں کو بھی ہر معاملے میں ہاتھ کھینچ کر خرچ کرنے کو کہا کرتیں۔ دراسی فضول خرچی پہ ان کی اچھی خاصی کلاس لیتی تھیں۔ مزید احتیاط کا عالم یہ کہ گھر کا کوئی پنکھا یا لائٹ بھی بلا ضرورت استعمال ہوتا تو اس پر عافیہ اور نانلہ کی اچھی خاصی شامت آجاتی تھی۔ پچھلے کچھ روز سے یہی ہو رہا تھا۔ رات کو کچن کی لائٹ جلاتی جاتی اور پھر جلانے والا بند کرنا بھول جا تا۔ صبح سویرے جب سعدیہ نماز کے لیے اٹھتیں تو پہلا کام یہی کرتیں اور پھر سارا دن غصے میں جبرِ ذاتی رہتی۔ مفت کی بجلی نہیں ہے، بل دینا پڑتا ہے... مگر تم لڑکیوں کوتو جیسے احساس ہی نہیں۔ عافیہ اور نانلہ اپنی صفائیاں پیش کرتی رہ جاتیں کہ یہ حرکت انہوں نے نہیں کی۔ امی کبھی کسی اور کے بھی کان کھینچ لیا کریں۔ آپ کو تو صرف میری بہنیں ہی نظر آتی ہیں۔ ناشتا ختم کرتے ہوئے احد نے اشارتا گھر میں موجود ایک اور فرد کا ذکر کیا ہی تھا کہ وہ آگئی۔ کالج کے صاف ستھرے استری شدہ یونیفارم میں اس کا نازک مخملی سا سراپا کسی حسین سانچے میں ڈھالا نظر آ رہا تھا۔ چھوٹی سی تنگ قمیص فیشن کے عین مطابق تھی اور ساتھ میں گھیر دار شلوار اور خوب بڑا سا دو پٹا لے کر خود کو چھپانے کی کوشش کی گئی تھی۔ کاجل کی دھار، پیوٹوں پہ لالگوں کی جھالر کے بالکل قریب نفاست سے لگا لائر جو اس کی بڑی بڑی آنکھوں کو مزید خوب صورت بنارہا تھا۔ بھرے بھرے کدالوں پہ نیچرل کلر کا لپ گلوں۔ یہ تم کہاں جارہی ہو اتنی تیار ہوکر؟ احد اس کی تیاری کو نظر انداز نہ کر پایا تو کڑے تیوروں سے سوال کیا تھا۔ اس کے تاثرات سے واضح تھا کہ وہ اس پر پہلے ہی تپا بیٹھا تھا اور مزید کسر اس کی تیاری نے کر دی تھی۔ کالج، سعدیہ کی موجودگی کی وجہ سے جواب شیریں انداز میں دیا گیا جبکہ بڑی بڑی آنکھوں میں احد کے لیے غصہ بھی تھا اور حقارت بھی۔ یہ کالج کون اتنا بن ٹھن کر جا تا ہے۔ عافیہ اور نانلہ کو تو میں نے کبھی اتنا تیار ہوکر کالج جاتے نہیں دیکھا؟ احد طنزیہ انکباہوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔ سعدیہ نے بیٹے کو ملامتی نکاہوں سے گھورا اور ساتھ ہی بیٹیوں کو ناشتے کے برتن سمیٹنے کا حکم دیا جو بہت دلچسپی سے اس نوک جھوک کا مزا لے رہی تھیں۔ علی، آج کالج میں اسپورٹس ڈے ہے۔ کوئی پڑھائی نہیں ہوگی۔ اس طنزیہ نوک جھونک کا مزید مزا لینے کے لیے عافیہ نے اس میں مسالا بھرا۔ لوکرلو بات.... سر جھٹکنے ہوئے احمد نے ایک طنزیہ نگاہ علیزا کے میک اپ زدہ چہرے پر ڈالی تو علیزا سرتاپا سلگ کر رہ گئی۔ 'علیزا! احد کی پھوپھی زاد تھی۔ والد تو اس کے بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ ماں نے اچھے کالج میں داخلے کے لیے لاہور اپنے بھائی کے پاس بھجوایا۔ نا کہ بشی ریجویشن کر لے تو کم از کم کسی جگہ نوکری کر کے

گھر بھیجنے کے ان کا سہارا تو بن سکے گی - مگر یہ سب ان کے دل میں ہی رہ گیا۔ بیٹی کو بھائی کے بعد وہ خود ملک عدم روانہ ہو گئیں۔ تو ان کتنی حالات میں ماموں کے خون نے جوش مارا اور بھابھی کو اپنے پاس ہی رکھ لیا اور اس کی تمام ذمہ داری اپنے سر لے لی۔ علیزا، آج تو بسوں کی پڑتال ہے، کیسے جاؤ گی؟ نائلہ بھی لقمہ دینے میں پیچھے نہ رہ سکی۔ کالج میں اسپورٹس ڈے تھا اور بسوں کی بھی پڑتال تھی۔ فائنل ایگزام سر پر تھے۔ سونائلہ اور عافیہ نے تیاری کے لیے چھٹی کر لی تھی مگر علیزا بن سنور کے کالج جانے کے لیے تیار کھڑی تھی تو وہ دونوں چپ نہ رہ سکیں۔ میرا پریکٹیکل ہے ممانی، علیزا نے جب ہر طرف تنقید اور اعتراض دیکھا تو فوراً سعدیہ کو مدد کے لیے پکارا۔ اس کے چہرے کی بے چینی بتا رہی تھی کہ کچھ بھی ہو جائے وہ ہر صورت کالج جائے گی۔ کیا ہو گیا ہے۔ کیوں سب اس کے پیچھے پڑ گئے ہو۔ سعدیہ کے شوہر کی جان تھی اپنی بھانجی میں۔ سو وہ کیسے اس کی مخالفت کر سکتی تھیں۔ ایک دو بار کی تھی تو شوہر کی طرف سے ایسی ناراضی دیکھنی پڑی کہ انہوں نے تو زبان پہ تالا لگا لیا۔ کسی بھی بات پہ علیزا کو روکنا ٹوکنا ترک کر دیا۔ عافیہ اور نائلہ بھی علیزا کو کچھ کہیں تو سعدیہ نے ان کی ہی کلاس لیتی مگر علیزا کو کچھ نہ کہیں۔ سواج بھی انہوں نے ہی کیا۔ جاؤ بیٹا تم کالج جاؤ۔ سعدیہ ڈھال بنی علیزا کے سامنے کھڑی ہوئیں تو باقیوں کے منہ کے زاویے بگڑ گئے جبکہ علیزا کی آنکھوں میں فاتحانہ مسکراہٹ لہرائی۔ چلو او، میں چھوڑ دیتا ہوں۔ نائلہ اور عافیہ نے ہار مان لی تھی، سونا شے کے برتن اٹھا کر کچن کی طرف چلی گئیں۔ مگر احد ہار ماننے والوں میں سے نہیں تھا۔ معاف کرو۔ میں جاؤں تمہاری کھٹارا، ہائیک یہ، اونہ۔۔۔ وہ دونوں ہاتھ حقارت سے جوڑتے ہوئے بولی اور بیک کندھے پر ڈالتی گھٹ گھٹ کرتی ہار نکل گئی تو سعدیہ نے ایک خاموش مگر طائرانہ نگاہ اس کی اونچی پیل کی سینڈل پر ڈالی۔ تیاری دیکھ کر واقعی نہیں لگ رہا تھا کہ وہ کالج جارہی ہے۔ مگر وہ کچھ کہہ کر گھر کا ماحول نہیں خراب کرنا چاہتی تھیں۔ وہ سب کچھ دیکھ بھی رہی تھیں اور سمجھ بھی رہی تھیں مگر خاموش صرف مصلحتاً تھیں۔ امی، آپ نے علیزا کو بہت سر پر چڑھا لیا ہے۔ احد کی خفگی بجا تھی۔ مجبوری ہے، کیا کروں۔ ڈائٹنگ ٹیبل کو صاف کرتے ہوئے وہ کسی خیال کے تحت رگ گئیں۔ احد، تم جانتے ہو کہ رات کو کچن کی لائٹ کون جلتی چھوڑ آتا ہے؟ سعدیہ کو پھر وہی بات یاد آ گئی جو ہر صبح ان کا خون جلایا کرتی تھی اور تقریباً روز ہی وہ عافیہ اور نائلہ کی درگت بنایا کرتی تھیں۔ احد کے تاثرات سے انہیں شک ہوا تھا کہ وہ جانتا ہے کہ رات کو لائٹ کون جلاتا ہے، سواس نے اسے پوچھ لیا۔ چھوڑیں امی، احد سخت بدمزہ ہوا۔ وہ جانتا تھا کہ لائٹ کون ان کرتا ہے اور کیوں کرتا ہے، مگر سعدیہ کے سامنے نام لینے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ ویسے امی عافیہ اور نائلہ کو تو آپ بہت کھینچ کر رکھتی ہیں مگر ان محترمہ کو نہیں۔ وہ جل بھن کر بولا۔ ارے پگلے، ان دونوں نے تو اپنے گھروں کو جانا ہے، اگر آج کھینچ کر نہیں رکھوں گی تو لوگ کہیں گے کہ ماں نے تربیت ٹھیک نہیں کی۔ سعدیہ نے اپنی ناانصافی کی ایک وجہ پہلی بار وضاحت سے بیان کی تھی۔ اور وہ محترمہ۔۔۔ کیا اس کی کل کو شادی نہیں ہوئی۔ احد ناسمجھی سے بولا۔ اسے ماں کے رویے پر اکثر شکایت ہوتی تھی کہ وہ نائلہ اور عافیہ کے ساتھ زیادتی کرتی ہیں اور علیزا کو کھلی چھوٹ دے رکھی ہے۔ بلکہ وہ شکوہ کیا کرتا کہ نائلہ اور عافیہ آپ کی سوٹیلی بیٹیاں ہیں اور علیزا سگی۔ سعدیہ اس تبصرے پر بس ہنس کر رہ جاتی تھیں۔ اس نے کہاں جاتا ہے بھلا؟ بات گہری معنویت رکھتی تھی۔ کیوں وہ کوئی لڑکا ہے، جو رخصت نہیں ہوگی۔ احد خود ہی کہہ کر ہلکا سا ہنس دیا۔ ارے پگلے جہاں آنا تھا، آ گئی ہے۔ سعدیہ بھی بیٹے کی بات پر مسکرائیں اور کھل کر وضاحت کی۔ احد کی سمجھ میں آ گیا کہ ابو نے اپنی بھانجی کو بہو بنانے کا فیصلہ کر رکھا ہے، یہ انکشاف احد پر آج ہی ہوا تھا۔ علیزا بلاشبہ بے حد خوب صورت تھی۔ وہ تو کیا کوئی بھی لڑکا اس پر دل و جان سے فدا ہو سکتا تھا مگر علیزا ان لڑکیوں میں سے تھی جو اپنے حسن پر بے حد غرور کرتی ہیں۔ جن کے نزدیک زندگی شاہانہ معیار کی ہوتی ہے۔ رو دھو کر سسک سسک کر زندگی نہیں گزارنا چاہتیں۔ شریک حیات کے حوالے سے پسند نا پسند ہوتی ہے۔ وہ احد کے ساتھ بے حد حقارت بھرا رویہ رکھتی تھی۔ قبول صورت احد شریف اور ہر سرروزگار تھا مگر علیزا کو دولت اور آسائش نہیں دے سکتا تھا۔ علیزا کو احد میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ پہلے ان محترمہ کے ارادے تو پوچھ لیں۔ وہ تو ہواؤں میں اڑ رہی ہیں اور آپ لوگ اسے دل و جان سے بہو مان کے بیٹھ گئے ہیں۔ احد نے ہائیک کی چابی اٹھائی اور سر جھٹکتے ہوئے کام کے لیے نکل پڑا۔ اذھے راستے میں بس اسٹاپ کے قریب اس کی ہائیک نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا تو اس الجھن کو سلجھانے کے لیے وہ ارد گرد نظر دوڑا رہا تھا کہ اس کی نظر بس اسٹاپ پر کھڑی علیزا پہ پڑی اور پھر اس کی آنکھوں نے وہ منظر دیکھ لیا جی کے بعد اندازہ ہو گیا کہ علیزا کالج کے بہانے بن ٹھن کر کہاں جارہی تھی۔ سیاہ، چمک دار نیو ماڈل کی کار اس کے پاس رگی تو علیزا اجبٹ سے جا بیٹھی اور گرد اڑاتی کار میں یہ جا وہ جا۔، '☆☆☆☆'، 'عاصم، اب میرے لیے بہانہ بنا کر روز نکلتا ممکن نہیں۔ شہر کے معروف ہوٹل میں وہ دونوں ایک دوسرے کے روبرو تھے۔ ان کا تعلق پچھلے تین مہینے سے قائم تھا۔ عاصم محض اس کے ساتھ ٹائم پاس کر رہا تھا۔ جب کہ علیہ اس کی محبت میں مبتلا ہو چکی تھی۔ بس میری جان - تھوڑا انتظار اور۔ اس کے مومی ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیے۔ عاصم کی آنکھوں میں شوخی و شرارت بھری تھی۔ کتنا اور انتظار۔ علیزا کو آج یہ شوخی و شرارت بھی اچھی نہیں لگ رہی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ چوری چھپے گا یہ کھیل بند ہو اور عاصم باقاعدہ اس کے لیے رشتہ لے کر آئے۔ عاصم سے اس کی دوستی ایک سہیلی کے ذریعے ہوئی تھی۔ امیر کبیر، خوب صورت، ماڈرن، کیا کمی تھی اس میں جو علیزا اس کی دیوانی نہ ہوتی۔ بس ممی پاپا انگلیڈ نور سے واپس آ جائیں تو فوراً انہیں تمہارے گھر بھیجتا ہوں۔ میٹھی گولی وہ ہر ہفتے دو ہفتے علیزا کو دیا کرتا تھا۔ مگر آج اسے یہ کوئی میٹھی نہیں بلکہ کڑوی لگ رہی تھی اور خلق سے اتارنا مشکل ہو رہی تھی۔ اچھا چھوڑو ساری باتیں، بتاؤ کیا کھاؤ گی؟ شوخی سے اس نے علیزا کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے پوچھا اور پھر کوئی

علیزا کے کانوں جواب نہ پا کر خود ہی ویٹر کو آواز دے کر بلا لیا۔ جی سر، کیا آرڈر کر رہی ہے؟ مانوس آواز میں پڑی تو وہ بری طرح سے چونکی نظریں بے اختیار ہی آواز کی جانب اٹھیں اور پھر جھکائی پڑیں جن میں ندامت و شرمندگی کا جل کی تہ کے ساتھ جا ملی تھی۔ دیکھو، کوئی مزے کی سوٹ ڈش لاؤ۔ جس کو کھا کر میری پیوی کا موڈ ٹھیک ہو جائے۔ عاصم نے نہایت بے باکی سے کہتے ہوئے علیزا کی جانب دیکھ کر اُنکھ دہائی تھی کہ وہ نو جوان حیرت زدہ رہ گیا تھا۔ اور پھر اس نے اُو دیکھا نہ تاؤ... علیزا کا بازو پکڑ کر بے دردی سے گھسیٹتا ہوا اپنے ساتھ لے گیا اور اپنے پیچھے تمسخر، حیرانی اور طنز و غلیظ جملے چھوڑ گیا تھا۔ اس وقت اس نوجوان کو کوئی پروا نہیں تھی۔ کسی نظر کی نہ ہی کسی کے تمسخر کی۔ اس وقت وہ بس ایک محافظ تھا۔ جس کا کام بس حفاظت کرنا تھا۔ اس لڑکی کا جو بے راہ روی کا شکار ہو چکی تھی جو گھر والوں کو کالج کا کہہ کر غیر لڑکے کے ساتھ ہوٹل میں ملاقات کے لیے آئی تھی۔ اس کا محافظ جو اپنے پیاروں کی آنکھوں میں دھول جھونک رہی تھی۔ اس لڑکی کا محافظ جسے اتنی بھی سمجھ نہیں تھی کہ وہ صرف وقت گزاری کا سامان بنی ہوئی تھی، ایک امیر زادے کے دل کو بہلانے کے لیے کھلونا.. کیونکہ جو عزت دینا چاہتے ہیں وہ ٹائم پاس نہیں کرتے۔ اس نادان کو اتنی بھی سمجھ نہیں تھی کہ وہ شخص بغیر نکاح کے اسے اپنی پیوی کہہ رہا ہے۔ کل کو اس کے ساتھ کوئی بھی غلط رشتہ اور تعلق قائم کر سکتا ہے۔ ایسا تعلق جو لڑکی کے لیے باعث ذلت ہو۔ وہ نوجوان کوئی اور نہیں احد تھا۔ جس سے وہ خار کھاتی تھی، جس کے ساتھ اس کی بائیک پر پیٹھنا اپنی توہین سمجھتی تھی۔ پھر مہینے کے اندر ہی ایک ساتھ سادگی سے نکاح ہو گیا تھا۔ گھر والوں کو کچھ بھی بتائے بغیر وہ اس لڑکی کا ہمیشہ کا محافظ بن گیا تھا جو غلط راہوں پہ چل پڑی تھی۔ عاصم نے اس دن کے بعد کسی قسم کا رابطہ کرنے کی کوشش نہ کی تھی۔ وہ بھی کسی نئی لڑکی کے ساتھ کسی نئی ڈگر پر چل پڑا تھا۔ اگر وہ ذرا بھی مخلص ہوتا تو اگلے دن ہی علیزا کے گھر اس کے والدین رشتے کے لیے موجود ہوتے مگر ایسا کچھ نہ ہوا۔ جس سے علیزا کو اپنی بے وقوفی کا اندازہ ہو گیا تھا۔ وہ دل سے احد کی شکر گزار تھی جس نے اس کے راز پر پردہ ڈال کر اسے گھر والوں کی نظروں میں کرنے سے بچا لیا تھا۔ 'n\ (ختم شد)'